رسول اللہؐ کی ولادت

(اعلانِ نبوّت)

۳

از جناب ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب پروفیسر عربی دہلی یونیورسٹی

حبشہ کے مہاجر مسلمانوں کو خبر پہنچی کہ اکابرِ قریش رسول اللہؐ سے مصالحت کر کے مسلمان ہو گئے ہیں نیز یہ کہ قرآن میں مورتیوں کو خدا کا مقرب اور اس کے دربار میں سفارشی مان لیا گیا ہے، وہ دو ماہ قیام کے بعد خوش خوش اپنے وطن مکہ روانہ ہو گئے، راستہ میں انھیں معلوم ہوا کہ اکابر کی رسول اللہؐ سے مصالحت ختم ہو گئی ہے، رسول اللہؐ نے پھر مورتیوں کی مذمت شروع کر دی ہے اور قرآن میں مورتیوں کے دربارِ خداوندی میں مقرب ہونے کی تردید کر دی گئی ہے ۔ وہ حبشہ واپس نہیں ہوئے اور تحقیقِ حال کے لئے مکہ کا سفر جاری رکھا۔ مکہ پہنچکر یہ لوگ اکابر قریش کے خاندانی، سماجی اور کاروباری شکنجہ میں کس گئے اور پہلے سے زیادہ سخت، انھیں حبشہ کی زندگی یاد آنے لگی، انھوں نے دوسرے مسلمانوں سے وہاں کی پُر آرام، بے آزار اور بے خطر زندگی کا ذکر کیا تو وہ بھی حبشہ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس بار ہجرت کرنے والوں کی تعداد بچوں کو چھوڑ کر سو سے زیادہ تھی، تراسی ۸۳ مرد، ۱۱ مکہ کی قریشی اور سات باہر کی عورتیں[1]، ان میں قریش کے ماتحت اور دست نگر لوگوں جیسے موالی اور حلیفوں کا

۱؎ ابن سعد ۱/ ۲۰۷

تناسب کافی تھا۔ اکابر قریش پہلی ہجرت حبشہ کے بعد چوکنا ہو گئے تھے اور جب دوسری ہجرت ہوئی تو انھوں نے بعض مہاجرین کو روکا، مارا پیٹا اور ان کا تعاقب کیا، پھر بھی وہ نکل ہی گئے۔ ان میں سے لگ بھگ نصف مہاجر چھ سات برس حبشہ میں رہے اور رسول اللہؐ کی مدینے ہجرت کے بعد لوٹ آئے اور باقی نصف تقریباً پندرہ سولہ سال حبشہ میں مقیم رہے اور ۷ھ میں فتح خیبر کے موقع پر واپس ہوئے، حبشہ میں تجارت اور کاروبار ان کا خاص ذریعہ معاش تھا۔ اکابر قریش کو یہ بات ناگوار ہوئی تھی کہ نجاشی کی حکومت نے مہاجرین کی پہلی جماعت کو اپنے ملک میں پناہ دے کر ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تھا دوسری ہجرت کے بعد انھوں نے دو کارگزار قریشیوں عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کی قیادت میں نجاشی کے پاس ایک وفد بھیجا، یہ دونوں قرشی بارہا حبشہ کا سفر کر چکے تھے اور وہاں کے تاجروں سے ان کے مراسم تھے، وہ جب حبشہ جاتے تو نجاشی اور اس کے وزیروں کے لئے تحفے تحائف لے جایا کرتے تھے۔ اکابر قریش نے نجاشی اور اس کے وزیروں کے لئے ایک گرانقدر تحفہ بھیجا جس میں حجاز کے اعلیٰ چمڑے کا ایسا سامان بھی داخل تھا جس کی حبشہ میں بڑی مانگ اور قدر تھی۔ دوسری طرف ابوطالب نے قریش کے زعیم اعلیٰ کی حیثیت سے نجاشی کو ایک منظوم خط ارسال کیا جس میں اس کی مدح سرائی کر کے مسلمانوں کے ساتھ لطف و کرم سے پیش آنے کی درخواست کی تھی۔ عمرو بن عاص اور اس کے ساتھی نے نجاشی کے وزیروں کی معرفت بادشاہ سے کہلایا کہ آپ کے ملک میں ہماری قوم کے بہت سے سر پھرے آگئے جنھوں نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر ایک نیا مذہب اختیار کر لیا ہے جو آپ کے مذہب سے بھی مختلف ہے، یہ لوگ ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ بتاتے ہیں اور ہماری مورتیوں کی مذمت کرتے ہیں۔ اگر انھیں ان کے عقائد سے نہ روکا گیا تو اندیشہ ہے کہ وہ آپ کا مذہب بدلنے کی کوشش کریں گے۔ ہماری قوم کے اکابر چاہتے ہیں کہ آپ انھیں اپنے ملک سے نکال کر ان کے حوالہ کر دیں۔ نجاشی نے تحقیق حال کے لئے مہاجر مسلمانوں کے نمائندوں سے گفتگو کی، انھوں نے اس خوش اسلوبی سے رسول اللہؐ اور اسلام

کی حمایت و وکالت کی کہ نجاشی کے دل میں دونوں کا احترام پیدا ہوگیا، اس نے قریشی وفد کے لیڈر عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو سخت و سست کہہ کر مسلمانوں کو ملک بدر کرنے سے انکار کر دیا۔[1]

حبشہ میں اپنی ناکامی، مہاجر مسلمانوں کی سرخروئی اور نجاشی کے پُر حمایت موقف اور مکہ میں رسول اللہؐ نیز ان کے ساتھیوں کی حوصلہ افزائی سے اکابر قریش کا اشتعال بڑھ گیا، ایک اور واقعہ نے اس اشتعال کو ہوا دی، یہ تھا عمر فاروق کا قبولِ اسلام، ان کا تعلق قریش کے ایک باعزت خاندان سے تھا، اس وقت ان کی عمر چھبیس سال کی تھی، دبنگ اور جوشیلے آدمی تھے، ان کے لمبے چوڑے جسم، لال آنکھوں اور لمبی گھنی مونچھوں نے انھیں بڑا رعب دار بنا دیا تھا، وہ اب تک رسول اللہؐ اور اسلام کی مخالفت میں پیش پیش رہے تھے، مسلمان ہوکر ان کی طبیعت کے جوش و خروش نے سمت بدل دی، پہلے وہ مسلمانوں اور مسلمان ہونے کا ارادہ کرنے والوں کو ڈانٹتے پھٹکارتے تھے، ستاتے اور دھمکیاں دیتے تھے۔ اب وہ ان لوگوں سے الجھتے، لڑتے اور جھگڑتے جو مسلمانوں کو صحن کعبہ یا اپنے گھروں کے باہر نماز پڑھنے یا بآواز قرآن کی تلاوت کرنے یا کھلم کھلا دعوت دینے سے روکتے تھے۔ عمر فاروق کے اسلام سے رسول اللہ اور ان کی دعوت کو بڑی تقویت پہنچی۔

اکابر قریش ابو طالب سے پھر ملے اور کہا کہ ہم آخری بار آپ کے بھتیجے کے خلاف احتجاج کرنے آئے ہیں، ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے، ہم پہلے بھی کئی بار آپ سے شکایت کر چکے ہیں کہ اپنے بھتیجے کو ہمارے آباؤ اجداد کی مذمت، ہماری مورتیوں پر لعن طعن، ہمارے بچوں، جوانوں، غلاموں اور موالی کو گمراہ کرنے سے روکیے لیکن آپ نے اب تک ہماری درخواست درخور اعتنا نہیں سمجھی، اب ہم آخری بار آپ سے شکایت کرنے آئے ہیں، اگر آپ نے محمدؐ

---

[1] ابن ہشام ۲۱۸، یعقوبی ۲/۲۹

کو ان کی سخت نامناسب سرگرمیوں سے باز نہیں رکھا تو ہم انھیں زندہ نہیں رہنے دیں گے۔ ابو طالب نے اکابر کی شکایت کا رسول اللہؐ سے ذکر کیا تو انھوں نے کہا: اگر میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے میں چاند رکھ دیا جائے تب بھی میں اپنی دعوت نہیں چھوڑ سکتا اور اس کی خاطر جان دینے کو تیار ہوں۔ ابو طالب نے ان کا عزم دیکھ کر کہا: اطمینان رکھو میں تمھیں کبھی مخالفوں کے حوالہ نہیں کروں گا[1]

قریش نے دیکھا کہ رسول اللہؐ اپنی دعوت میں پہلے سے زیادہ سرگرم عمل ہیں تو انھیں یقین ہو گیا کہ ابو طالب نے انھیں روکنے کی کوشش نہیں کی، وہ ابو طالب اور ان کے سارے خاندان سے سخت آزردہ ہو گئے، ان سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اور عہد کیا کہ جب بھی موقع ملے گا رسول اللہؐ کو قتل کر دیں گے۔ ابو طالب، ان کے بھائیوں اور بیٹوں نے دیکھا کہ قریش کے تیور بہت بدلے ہوئے ہیں اور وہ انھیں چین سے مکہ میں نہیں رہنے دیں گے تو وہ اپنے سارے کنبہ کو لے کر شہر سے باہر شعب ابی طالب نامی گھاٹی میں منتقل ہو گئے، ایک اطلاع یہ ہے کہ اکابر قریش نے انھیں شہر چھوڑنے پر مجبور کیا تھا۔ انھوں نے ایک تحریر لکھوائی کہ ہاشمی جب تک محمد کو ہمارے حوالے نہیں کر دیں گے ہم ان سے بات چیت، میل جول، لین دین، شادی بیاہ سب بند رکھیں گے[2]۔ انھوں نے ہاشمیوں کے پاس خورد ونوش کا سامان لے جانے پر پابندی لگا دی۔ اعلان نبوت کے ساتویں سال سے دسویں سال تک تقریباً تین سال اور بقول بعض دو سال رسول اللہؐ نے شعب ابی طالب میں گذارے، اس اثناء میں ان کی سرگرمیاں جاری رہیں، مکہ کے غیر ہاشمی ممتاز مسلمانوں سے اُن کا رابطہ قائم رہا، مکہ کے مسلمان چھپا چوری اسلامی دعوت دیتے اور اپنے مذہب پر عمل کرتے رہے۔ زبیر بن عبد المطلب

---

[1] انساب الاشراف ۱/ ۲۲۹ - ۲۳۰

[2] انساب الاشراف ۱/۲۳۴، ابن سعد ۲/۲۰۸ - ۲۰۹، ابن ہشام صـ۲۲۴

کے بعد ابو طالب رفادہ وسقایہ کے اداروں کے نگران اعلیٰ ہو گئے تھے، وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ان تین سالوں میں انھوں نے یہ فرائض انجام دئے یا نہیں، اس اثنا میں وہ، اُن کے بھائی اور بیٹے صرف حج کے موقع پر مکہ میں نظر آتے ہیں۔ حج کے ایام میں رسول اللہ کی تبلیغی سرگرمیاں بڑھ جاتیں، وہ مقربوں کی ایک جماعت کے ساتھ ان قبیلوں کے سرداروں سے ملتے جو حج کرنے آتے، انھیں اسلام کی دعوت دیتے اور قرآن سناتے۔ ان سرداروں کو جب معلوم ہوتا کہ خود رسول اللہ کے قبیلے نے اسلام قبول نہیں کیا ہے تو وہ بھی اسلام لانے سے انکار کر دیتے۔

ہاشمی ومطلبی خاندان خوب مالدار تھے، وہ اپنا راس المال اور خور ونوش کا بہت سا ذخیرہ گھاٹی میں لے آئے تھے، آس پاس سے غلہ، دودھ، پھل، پانی اور دوسری ضروری اشیاء انھیں مل جاتی تھیں، ان کے بعض رشتہ دار بھی مکہ سے چھپا چوری ضرورت کی چیزیں بھیجتے رہتے تھے، خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم بن حزام بن خُوَیلِد گاہے گاہے اونٹ پر آٹا لاد کر گھاٹی کی طرف چھوڑ دیتے تھے[1]، اس کے باوجود تین سال کے آخری ایام میں گھاٹی میں روپے پیسہ اور غلہ کا ایسا توڑ پڑ گیا کہ فاقوں تک نوبت پہنچ گئی۔ ہاشمیوں کی متعدد لڑکیاں غیر ہاشمی اکابر کے ہاں بیاہی تھیں، انھیں اپنے ہاشمی عزیزوں کی تکلیف اور وسائل خور و نوش کی تنگی کا علم ہوا تو انھوں نے اپنے شوہروں، لڑکوں اور رشتہ داروں پر دباؤ ڈالا کہ ہاشمیوں کو گھاٹی سے باہر نکال لائیں، کچھ ہمدرد اور با ہمت لوگ اس کام کے لئے آمادہ ہو گئے۔ وہ مسلح ہو کر گھاٹی میں گئے اور ہاشمیوں ومطلبیوں کو نکال لائے پھر صحن کعبہ میں جو اکابر قریش کا اڈا تھا جا کر انھیں خبردار کر دیا کہ اگر انھوں نے ہاشمیوں کو شہر میں رہنے سے روکا تو وہ مع اپنے سارے کنبہ کے اعلان جنگ کر دیں گے۔ اپنے کیمپ میں پھوٹ پڑنے سے اکابر قریش کے ہاتھ کمزور ہو گئے اور انھیں بادل ناخواستہ ناکیں

---

[1] انساب الاشراف ۱/ ۲۳۵

برداشت کرنی پڑی۔ گھاٹی سے نکلنے کے کچھ عرصہ بعد پہلے ابوطالب اور پھر خدیجہؓ کا انتقال ہوگیا، ان دونوں سے رسول اللہؐ کو بڑی تقویت تھی، ابوطالب ہر خطرہ میں رسول اللہؐ کی مضبوط ڈھال تھے اور خدیجہ آرام اور معاشی بے فکری کا سرچشمہ تھیں۔

اکابر قریش کی ختم نہ ہونے والی مخالفت اور قتل کے منصوبہ کے پیش نظر رسول اللہؐ کئی برس سے کسی طاقتور قبیلہ کی حمایت حاصل کرنے کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہے تھے۔ وہ حج کے لئے آنے والے قبائل سرداروں سے ملتے اور اسلام پیش کرکے ان کی حمایت طلب کرتے لیکن یہ سردار نہ اسلام قبول کرتے، نہ ان کی حمایت کے لئے تیار ہوتے۔ ابوطالب کے انتقال پر انھیں ایک طاقتور قبیلہ کی پشت پناہی اور زیادہ ضروری نظر آنے لگی۔ قریش کے بعد حجاز میں ثقیف سب سے زیادہ مالدار اور متمدن قبیلہ تھا، اس کی بود و باش طائف کے پہاڑی شہر میں تھی۔ قریش کی طرح ثقیف کا پیشہ بھی تجارت تھا، طائف میں چمڑا صاف کرنے کے کارخانے اور انگور کے باغ تھے، ثقیف کے تاجر اعلیٰ قسم کا چرمی سامان بناتے تھے اور بڑے پیمانے پر کشمش برآمد کرتے تھے۔ ابوطالب کی وفات کے چند دن بعد رسول اللہؐ طائف جاکر ثقیف کے اکابر سے ملے، انھیں بتایا کہ میں نبی ہوں، میرا مقصد اسلام پھیلانا ہے، آپ لوگ مجھے اپنی حمایت میں لے لیجئے تاکہ میں سب عربوں تک اپنی دعوت پہنچادوں، اس بات کا آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ میں مذہب بدلنے کے لئے کسی کو مجبور نہیں کروں گا۔ اکابر بڑے روکھے پن سے پیش آئے اور بولے جب تمھارے قبیلے نے اسلام قبول نہیں کیا اور تمھیں پناہ نہیں دی تو تمھیں ہم سے اس کی توقع کیوں ہے۔ اکابر

---

[1] ابن سعد ۱/۲۱۰، انساب الاشراف ۱/۲۳۶

[2] طبری ۲/۲۲۹

[3] انساب الاشراف ۱/۲۳۷

کا اشارہ پاکر شہر کے کچھ جاہلوں نے رسول اللہؐ سے بیہودہ باتیں کیں اور ان پر پتھر پھینکے۔ رسول اللہ شہر سے باہر افسردہ و آزردہ ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور کہا: مالک، اپنی بے بسی، بے چارگی اور لوگوں میں اپنی ناقدری کا تجھ سے شاکی ہوں، اے سب سے بڑے رحیم، بے سہاروں کے مددگار تو مجھے کس کی حفاظت میں دے گا![1] طائف کا سفر رسول اللہؐ نے مخفی رکھا تھا تاکہ درپئے آزار اکابر قریش کو علم نہ ہو اور اپنے لے پالک زید بن حارثہ کے سوا کسی کو ساتھ نہیں لیا تھا۔ واپسی پر جب مکہ کے قریب پہنچے تو انھیں قریش کے خوف سے شہر میں داخل ہونے کی جرأت نہیں ہوئی، وہ رک گئے اور زید کو ایک با اثر غیر ہاشمی چچا مُطعِم بن عَدِی بن نَوفل کے پاس بھیجا کہ اپنی امان میں لے کر انھیں گھر پہنچا دیں، مُطعِم نے ہاشمیوں کو گھاٹی سے نکالنے میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ مُطعِم، ان کے بھائی اور لڑکے مسلح ہو کر آگئے اور رسول اللہ کو اپنی حفاظت میں گھر پہنچا دیا۔

طائف کا سفر اعلان نبوت کے دسویں سال ماہ ذی قعدہ میں واقع ہوا، حج کا موسم شروع ہو چکا تھا، ہر طرف سے حاجی آرہے تھے، مجنہ، عکاظ اور ذو مجاز میں ہاٹ لگے ہوئے تھے رسول اللہ مقربوں کی ایک جماعت کے ساتھ ان ہاٹوں اور حاجیوں کے خیموں میں جاتے، مقرب ان کا تعارف کراتے کہ یہ محمد بن عبداللہ ہیں، قریش کے اس اعلیٰ خاندان سے جو حاجیوں کو کھانا اور پانی دیتا ہے، ان پر وحی آتی ہے۔ خدا نے انھیں پیغمبر منتخب کیا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ دعوتِ اسلام دیتے، قرآن کی تلاوت کرتے اور کہتے کہ اگر توحید خالص نیز میری نبوت مان لوگے تو عرب اور عجم پر تمھاری سیادت قائم ہو جائے گی اور آخرت میں جنت سے بہرہ ور ہوگے۔[2] پھر طاقتور قبیلوں کے اکابر سے ملتے اور کہتے کہ مجھے اپنی امان

---

[1] انساب الاشراف ۱/۲۳۷

[2] ابن سعد ۱/۲۱۶

میں لے لو تاکہ میں خدا کا پیغام پہنچا دوں، اس کے بدلہ میں جنت اور دنیوی سربلندی کا وعدہ کرتا ہوں[1]، یہ اکابر نہ اسلام قبول کرتے نہ رسول اللہ کو اپنی حفاظت میں لینے کی حامی بھرتے، کوئی معذرت کے لہجے میں دونوں مطالبے رد کر دیتا، کوئی روکھے پن سے (فقیہ و محدث زہری) ان (نو دس) سالوں میں رسول اللہ حج کے لئے آنے والے عرب قبیلوں میں گشت کیا کرتے قبائلی شرفاء اور اکابر سے گفتگو کرتے اور کہتے مجھے اپنی پناہ میں لے لو اور میری حفاظت کرو، میں تمھیں ترک مذہب کے لئے مجبور نہیں کرتا، جو چاہے خوشی سے اسلام قبول کرلے، جو نہ چاہے میں اسے مجبور نہیں کروں گا، میں چاہتا ہوں کہ (اکابر قریش کی طرف سے) مجھے قتل کی جو دھمکی دی گئی ہے اس سے مجھے اپنی امان میں لے کر میری حفاظت کرو حتی کہ میں خدا کا پیغام پہنچا دوں۔ فکان رسول اللہ فی تلك السنین یعرض نفسہ علی قبائل العرب فی کل موسم ویکلم کل شریف قوم لا یسألھم مع ذلك إلا أن یؤووہ ویمنعوہ ویقول: لا أکرہ أحدا منکم علی شیئ، من رضی منکم بالذی أدعوہ الیہ فذلك ومن کرہ لم اکرھہ، انما أرید ان تحرزونی فیما یراد لی من القتل حتی أبلغ رسالات ربی[2]۔

اعلان نبوت کے گیارھویں سال ایام حج میں رسول اللہ کی ملاقات مدینہ کے چھ سات زعیموں سے ہوئی۔ مدینہ میں ایک دادا کی اولاد میں یمن کے دو قبیلے آباد تھے۔ اوس اور خزرج، ان میں کبھی کبھی لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں، پچھلے سال اوس کا ایک وفد مکہ آیا تھا، اس کا مقصد خزرج کے خلاف قریش سے معاہدہ کرنا تھا، رسول اللہ کو معلوم ہوا تو وہ وفد سے ملنے گئے اور اسلام کی دعوت دی۔ وفد نے کہا ہم قریش سے معاہدہ کرنے آئے ہیں مذہب بدلنے نہیں آئے[3]۔ رسول اللہ ناکام واپس چلے گئے۔ وفد کا قریش سے معاہدہ

---

[1] ابن سعد ۲۲۲/۱ [2] ابن کثیر (البدایہ والنہایہ، مصر) ۱۴۰/۳

[3] ابن کثیر (البدایہ والنہایہ، مصر) ۱۴۸/۳، انساب الاشراف ۲۳۸/۱

نہ ہوسکا۔ وفد کی مدینہ واپسی پر اَوس کی خزرج سے وہ جنگ ہوئی جو بُعاث کے نام سے مشہور ہے جس میں طرفین کے متعدد بڑے لیڈر مارے گئے، اَوس کو شکست ہوئی اور دونوں قبیلوں کے تعلقات خراب ہوگئے۔ اَوس وخزرج کے پڑوس میں کئی یہودی قبیلے آباد تھے۔ قینقاع، نضیر اور قریظہ جن سے ان کے ازدواجی واقتصادی روابط نیز باہمی مدد کے معاہدے تھے۔ خزرج کا جب ان سے لڑائی جھگڑا ہوتا تو یہودی غصہ میں آکر کہتے کہ عنقریب ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے، اس کی قیادت میں ہم تمہاری اچھی طرح خبر لیں گے اور عاد وارم کی طرح تمھیں نیست ونابود کر دیں گے[1]۔ رسول اللہؐ نے خزرجی اکابر کو اسلام کی دعوت دی، قرآن پڑھکر سنایا، پناہ طلب کی اور اس کے عوض جنت کا وعدہ کیا۔ خزرجی اکابر نے اسلام سے دلچسپی ظاہر کی، ان میں دو حنفی موحد بھی تھے۔ اسعد بن زرارہ اور ابوالہیثم بن تیہان۔ اکابر کو یہودیوں کی پیش گوئی یاد تھی کہ عنقریب ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے، انھوں نے کہا کہ ہمیں محمد کو نبی مان لینا چاہئے ورنہ یہودی سبقت کر کے ان کی قیادت میں ہمارا صفایا کر دیں گے، وہ مسلمان ہوگئے، ان کا خیال تھا کہ اگر خزرج اور اَوس دونوں نے اسلام قبول کر لیا تو ان کی خانہ جنگیاں ختم ہوجائیں گی اور وہ رسول اللہؐ کی زیرِ قیادت متحد ہو جائیں گے، انھوں نے رسول اللہؐ سے کہا کہ ہم آپ کو بخوشی اپنی امان میں لینے کو تیار ہیں لیکن اس وقت ایسا کرنا ممکن نہیں ہے، پچھلے سال ہماری اَوس سے لڑائی ہوئی تھی جس کے نتیجہ میں ہمارے تعلقات بری طرح خراب ہوگئے ہیں۔ اگر اس وقت ہم آپ کو مدینہ لے جاتے ہیں تو امکان ہے کہ اوس کے اکابر مسلمان نہ ہوں اور آپ کو دونوں قبیلوں کا تعاون حاصل نہ ہوسکے، اس لئے ہم آپ سے معاہدہ کئے بغیر مدینہ جاتے ہیں، وہاں اوس وخزرج میں آپ کی نبوت کا چرچا کریں گے اور اسلام کی دعوت دیں گے، امید ہے کہ دونوں قبیلے مسلمان ہوکر آپ کو اپنی حفاظت میں لے لیں گے، اگلے سال حج کے موقع

---

[1] ابن ہشام ص۲۸۶، ابن کثیر ۳/۱۴۸

پر آکر ہم آپ سے حمایت وحفاظت کا معاہدہ کرلیں گے[۱]۔ اکابر نے قبول اسلام کے بعد ان الفاظ میں بیعت کی ؛ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے، چوری نہیں کریں گے، زنا نہیں کریں گے، ایک دوسرے پر جھوٹا الزام نہیں لگائیں گے، بھلے کاموں میں رسول اللہؐ کے حکم سے سرتابی نہیں کریں گے۔ ان شرائط کی پابندی کرنے والوں کے لئے رسول اللہؐ نے جنت کا ذمہ لیا[۲]۔ اسلام کی اشاعت اور قرآن کی تلاوت کے لئے رسول اللہ نے اپنے رشتہ کے ایک چچازاد بھائی مصعب بن عُمیر عبدری کو خزرجی اکابر کے ساتھ کردیا۔

مدینہ پہنچکر خزرجی اعیان نے یہ چرچا شروع کردیا کہ مکہ کے سب سے شریف خاندان میں ایک نبی مبعوث ہوا ہے اور یہ وہی نبی ہے جس کی پیش گوئی پڑوس کے یہودی کیا کرتے تھے، انہوں نے اپنے عزیز واقارب کو بتایا کہ ہم نے اس قرشی نبی پر ایمان لاکر اسلام قبول کرلیا ہے، ہماری خواہش ہے کہ اوس وخزرج کے دونوں برادر قبیلے بھی اسے نبی تسلیم کرلیں تاکہ اس کی قیادت میں ہمارے لڑائی جھگڑے ختم ہوجائیں اور ہم اتفاق واتحاد کی زندگی سے ہم کنار ہوسکیں۔ بہت سے اوسی وخزرجی اربابِ خرد ایک عربی نبی کے مبعوث ہونے اور اس کی رہنمائی میں اپنی قبائلی عداوتیں، جھگڑے اور خون خرابے بند ہونے کے تصور سے خوش ہوئے اور اسلام لانے کو تیار ہوگئے۔ رسول اللہ کے فرستادہ مُصعب بن عُمیر مکہ میں رسول اللہ کی بیعت کرنے والے خزرجی اعیان کے ساتھ گھروں، مجمعوں اور گلی کوچوں میں گشت کرکے لوگوں میں اسلام سے دلچسپی پیدا کرتے رہے، اگلا موسم حج آتے آتے مدینہ کے بہت سے اوسی وخزرجی عرب مسلمان ہوچکے تھے، کوئی گھر ایسا نہیں بچا جس کے ایک دو آدمی اسلام نہ لے آئے ہوں، البتہ چند قبائلی شاخیں ابھی متذبذب تھیں اور اپنے مصلحت اندیش لیڈروں کے اذن کی منتظر

---

[۱] ابن سعد ۱/ ۲۱۸ ـ ۲۱۹

[۲] انساب الاشراف ۱/ ۲۳۹، ابن سعد ۲/ ۲۲۰

ان کے علاوہ بوڑھوں کی ایک جماعت جس نے عیسائی یا یہودی مذاہب کا مطالعہ کیا تھا یا ان سے متاثر تھی اپنے مذہب پر جمی رہی۔ حج کا وقت قریب آیا تو اوس و خزرج کے ستر ذمہ دار مسلمان مکہ روانہ ہوئے، ان کے علاوہ دونوں قبیلوں کے پانچ سو غیر مسلم حاجی بھی تھے۔ مکہ کے باہر ان کے خیمے ڈیرے لگ گئے۔ رسول اللہؐ ان ستر آدمیوں سے ملے اور انھیں ہدایت کی کہ کسی ممتاز قرشی سے ملاقات نہ کریں اور مناسک حج سے فارغ ہو کر رات کو عقبہ کی گھاٹی کے پاس بیعت کے لئے جمع ہو جائیں۔ قرارداد کے مطابق رسول اللہؐ عقبہ پہنچ گئے، ان کے ساتھ صرف ان کے چچا عباس بن عبدالمطلب تھے جو خفیہ طور پر مسلمان ہو چکے تھے لیکن مصلحۃً اپنے اسلام کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ گفتگو کی ابتدا عباس نے کی، مدینہ کے ستر قبائلی اعیان کو مخاطب کر کے انھوں نے کہا: آپ لوگوں نے محمد کو اپنی حفاظت میں لینے کی پیشکش کی ہے، مکہ میں محمد کا سارا (ہاشمی و مطلبی) خاندان اُن کا محافظ اور نگہبان ہے، خاندان کے وہ لوگ بھی ان کے محافظ ہیں جنھوں نے ان کا مسلک اختیار نہیں کیا ہے اور وہ لوگ بھی خونی رشتے اور بمقتضائے شرافت ان کی حمایت کرتے ہیں جو ان کے مذہب پر نہیں ہیں، محمد نے سوائے آپ کے اور کسی کی حفاظت میں رہنا پسند نہیں کیا ہے۔ اگر آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ میں اتنی طاقت ہے، شجاعت ہے، جنگی بصیرت اور سارے عربوں کے مقابلہ میں محمد کی حفاظت کا بل بوتا ہے تو آپس میں مشورہ کر کے متفقہ فیصلہ کیجئے۔[1] اوسی و خزرجی اعیان نے جن میں سے اسٹھ خزرج کے تھے اور گیارہ اوس[2] کے عہد کیا کہ ہم مدینہ میں رسول اللہؐ کی ان کے دشمن سے اسی طرح حفاظت و حمایت کریں گے اور ان کے لئے اسی طرح خون بہائیں گے جس طرح اپنے بال بچوں کے لئے۔ بیعت ہو گئی۔ رسول اللہؐ نے ستر اعیان سے بارہ نقیب (لیڈر) منتخب کئے، نو خزرج سے اور تین اوس سے، ان میں بیشتر وہ لوگ تھے جو

---

[1] ابن سعد ۱/۲۲۱-۲۲۲، انساب الاشراف ۱/۲۵۴

[2] ابن ہشام ص۳۰۶

سب سے پہلے رسول اللہؐ پر ایمان لائے تھے، ہر نقیب اپنے زیر اثر خاندانوں کو رسول اللہؐ کا وفادار رکھنے کا ذمہ دار تھا۔ نقیبوں کے انتخاب کے بعد بیعت کرنے والے اپنے اپنے خیموں ڈیروں کو لوٹ گئے اور رسول اللہؐ اپنے گھر چلے آئے۔

بیعت سے متعلق ساری کارروائی اسے صیغۂ راز میں رکھنے کے لئے پوری احتیاط کے ساتھ حاجیوں کے پڑاؤ سے دور عقبہ میں ایک تہائی رات گذرنے کے بعد کی گئی تھی، اس کے باوجود قریش کو اس کی خبر ہو گئی، صبح کو ان کے کئی نمایندے بیعت کرنے والوں سے ان کے خیموں ڈیروں میں جا کر ملے اور احتجاج کیا کہ تم نے محمدؐ کو پناہ دی ہے اور ہم سے لڑائی کے لئے ان کی بیعت لی ہے جبکہ ہم کسی حالت میں تم سے لڑنا نہیں چاہتے[1] بیعت کرنے والے خاموش رہے، ان کے کچھ دوسرے غیر مسلم ہم قوموں نے جو حج کے لئے آئے تھے اور عقبہ میں بیعت کی کارروائی سے ناواقف تھے بیعت کی تردید کی، قریشی اکابر عبداللہ بن اُبَی بن سلول سے ملے، یہ وہ شخص ہے جو ہجرت کے بعد رأس المنافقین کہلایا، عبداللہ خزرجی لیڈر تھا، سن رسیدہ، پختہ کار، بُردبار اور صلح جو، وہ اپنی قوم کو بھلے مشورے دیتا تھا اور جنگ وقتال نیز بدعہدی وغداری سے روکتا تھا[2]، اس کی قوم کا جوان، جوشیلا اور ابھرنے کا آرزومند طبقہ اپنے عارضی مفاد اور شخصی مصالح کی خاطر جب چاہتا اس کا مشورہ نظر انداز کر دیا کرتا تھا، دو سال پہلے اس طبقہ کی ضد اور شخصی مفاد پرستی کے باعث جنگ بعاث روکنے کے لئے عبداللہ کی ساری کوششیں ناکام ہوئی تھیں، اس کے باوجود عبداللہ مدینہ کا ایک بارسوخ لیڈر تھا جس کی عزت اس کی قوم کے لوگ ہی نہیں پڑوس کے یہودی بھی کرتے تھے، اس کے متبعین کا دائرہ کافی وسیع تھا، غالباً مدینہ کے ایک تہائی باشندے بے چون وچرا اس کا حکم مانتے تھے، وہ اور اس کے پیرو نہ اس بات کے حق میں

---

[1] ابن سعد ۱/۲۲۲

[2] صالحانی (رنات الثالث والثانی، بیروت) ۲/۱۲

تھے کہ رسول اللہؐ مدینہ آکر رہیں اور نہ اس بات کے کہ اوس و خزرج انھیں اپنی پناہ میں لے کر ان کے دشمنوں سے لڑائی کا معاہدہ کریں۔ وہ اور اس کے تبعین کی خاصی بڑی جماعت حج میں شریک ہوئی تھی لیکن ان میں سے کسی کو اوسی و خزرجی اکابر نے ہونے والی بیعت یا اس کے مضمون سے مطلع نہیں کیا تھا۔ قرشی اکابر نے عبداللہ سے پوچھا: کیا بیعت ہم سے لڑنے کے لئے کی گئی ہے تو اس نے جواب دیا: یہ بڑا سنگین معاملہ ہے، ایسے معاملہ میں میری قوم ضرور مجھ سے مشورہ کرتی، میرے علم میں اس طرح کی کوئی بیعت نہیں ہوئی ہے۔ إن هذا الأمر جسيم وما كان قومي ليفتاتوا عليّ بمثل هذا وما علمته[1]۔ ابن سعد ۱/۲۲۳ — هذا اباطل وما كان هذا وما كان قومي ليفتاتوا عليّ بمثل هذا، ولو كنت بيثرب ما صنع هذا قومي حتى يؤامروني۔ رسول اللہؐ کو عقبہ کی بیعت سے بڑا اطمینان ہوا، کیونکہ انھیں اپنی پشت پناہی کے لئے ایک بہادر، لڑائی میں مشاق اور مسلم قبیلہ مل گیا۔

عقبہ میں بیعت کرنے والے اوس و خزرج کے ستر زعیموں نے مدینہ واپس آکر اپنی قوم کو بیعت اور اس کے مضمون سے مطلع کیا اور بڑے پیمانہ پر مسلمان بنانے کی مہم چلادی، مہم پھلنے پھولنے لگی، چند ہفتوں میں سینکڑوں اوسی و خزرجی مسلمان ہوگئے۔ اس زمانہ میں عبداللہ بن اُبی اور اس کے متبعین بھی اسلام لے آئے، خوشی سے نہیں عقبہ میں بیعت کرنے والوں کے دباؤ میں اور اس خوف سے کہ اگر انھوں نے اسلام قبول نہیں کیا تو مدینہ کی مسلمان اکثریت ان کا سماجی بائکاٹ کردے گی اور اور ان کے لئے چین سے جینا مشکل ہو جائے گا۔ عبداللہ کو یہ اندیشہ بھی تھا کہ اگر وہ مسلمان نہیں ہوا تو دونوں قبیلوں کے ابھرتے کے آرزومند دوسرے اور تیسرے درجے کے لیڈر مخالفانہ رویہ اختیار کریں گے اور اس کے قبائلی رسوخ کو کاری ضرب لگے گی۔

(باقی)

---

[1] طبری ۲/۲۴۰